ڈاکٹر محمد آصف

منٹو کے خطوط کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

(بحوالہ ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام'')

''یہ میرا پرائیویٹ معاملہ ہے اور تم میرے دوست ضرور ہو مگر میں نے تمھیں اپنے ضمیر کی مسجد کا امام مقرر نہیں کیا''۔[۱] ''مجھ میں جو چیز آپ کو پسند آئی ہے اور جسے آپ خلوص کا نام دیتے ہیں اس کو میں اپنی ناقابلِ اصلاح کمزوری یقین کرتا ہوں''۔ ''خدا کرے آپ کے سینے میں اخلاص بدرجۂ اتم موجود ہو۔''[۲]

''زندگی کو ایسے رنگ میں پیش کرنا چاہیے جیسی کہ وہ ہے نہ کہ وہ جیسی تھی، یا جیسے ہوگی اور جیسے ہونی چاہیے۔''[۳]

یہ مختصر سطور ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام'' (مرتبہ: احمد ندیم قاسمی) سے لی گئی ہیں۔ ان سے نہ صرف منٹو (۱۹۱۲ء-۱۹۵۵ء) کی شخصیت جھلکتی ہے بلکہ بین السطور احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۶ء-۲۰۰۶ء) کی شخصیت بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے ایک مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط'' میں اس امر کا اظہار کیا تھا کہ منٹو کے تقریباً ایک سو خطوط ان کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے منٹو کی نہایت سچی جھلکیاں جمع ہیں۔ وہ انھیں کتابی صورت میں چھاپنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔[۴] بقول احمد ندیم قاسمی چوں کہ ان کو منٹو کے تخلیقی معیاروں کا علم تھا، اس لیے انھوں نے منٹو کے بیشتر خطوط کو محفوظ رکھا اور پھر منٹو کے انتقال کے بعد وہ خطوط، تاریخ وار مرتب کر دیے۔[۵] چنانچہ خطوط کے اس مجموعے کی اشاعت منٹو سے عقیدت و محبت اور اس کے ''تخلیقی معیاروں'' کے اعتراف و اظہار کی عملی شکل ہے۔

اس مجموعے میں کل ۹۸ خطوط ہیں۔ ان میں ۹۳ احمد ندیم قاسمی کے نام ہیں جب کہ پانچ خطوط بالترتیب اختر شیرانی، محمد طفیل (مدیر نقوش)، ہاجرہ مسرور، محمد یوسف (مالک ''شاہراہ'' دہلی) اور شاد امرتسری کے نام ہیں۔ اختر شیرانی کے نام خط اس مجموعے کا پہلا خط ہے۔ باقی چار مکتوب الیہم کے نام خطوط مجموعے کے آخر میں شائع کیے گئے ہیں۔[۶] اختر شیرانی کے نام خط مجموعے کی ابتداء میں غالباً اس لیے شامل کیا گیا کہ یہ خط منٹو اور مرتب کے درمیان تعارف کا ذریعہ بنا۔ (منٹو، اختر شیرانی کے علمی و ادبی ماہ نامے ''رومان'' میں ندیم کا پہلا افسانہ ''بے گناہ'' پڑھ کر متاثر ہوا اور اختر شیرانی کے ذریعے احمد ندیم قاسمی کا تعارف حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چناں چہ اختر شیرانی کے ذریعے (۱۹۳۷ء میں) دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔[۷] آخری چار خطوط کے بارے، میں احمد ندیم قاسمی نے دیباچے میں لکھا ہے کہ یہ مجموعے کی ابتداء میں شامل کیے جا رہے ہیں۔[۸] جب کہ یہ خطوط اس مجموعے کے آخر میں شامل ہیں۔ اسی طرح احمد ندیم قاسمی نے قتیل شفائی کے نام خط کا ذکر بھی دیباچے میں کیا ہے۔[۹] لیکن یہ خط (یا خطوط) اس مجموعے میں موجود نہیں۔ اس مجموعے میں یہ خطوط تاریخی ترتیب سے مرتب کیے

گئے ہیں اور ہر خط پر منٹو کا پتا اور تاریخ درج کی گئی ہے۔ ''منٹو خطوط پر تاریخ لکھنے کے عادی نہیں تھے۔ یہ تاریخیں لفافوں پر ڈاک خانے کی مہروں سے اخذ کی گئی ہیں۔'' ۱۰ اس مجموعے میں صرف وہ خطوط ہیں جو منٹو نے ندیم کو لکھے۔ جو خطوط ندیم نے منٹو کے نام لکھے وہ اس میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ خود احمد ندیم قاسمی نے یہ بتائی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد جب دونوں میں نظریاتی اختلاف پیدا ہوا اور ندیم نے رسالہ ’سنگِ میل‘ لاہور (مدیران: فارغ بخاری، رضا ہمدانی) میں منٹو کے نام ایک کھلی چٹھی (۱۵رستمبر ۱۹۴۸ء) لکھی جس میں منٹو کی حیرت انگیز تخلیقی صلاحیتوں کے اعتراف کے ساتھ ہی اسے حسن عسکری کی بے معنویت اور ماورائیت سے بچنے کی تلقین کی تو منٹو نے اس چٹھی کو پڑھے بغیر ایک روز خطوط کا وہ بنڈل نکالا جو ندیم نے گذشتہ دس برسوں میں منٹو کو لکھے تھے اور انھیں ایک ایک کر کے نذرِ آتش کر دیا۔ ۱۱

یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ احمد ندیم قاسمی نے خطوط کے اس مجموعے کا انتساب بھی منٹو کے نام ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''منٹو کے اس نہایت پیارے غصے کے نام جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا تھا کہ اگر تم نے ایک رسالے میں میرے نام ’کھلی چٹھی‘ لکھی ہے تو میں تمھارے نام کسی اور رسالے میں ’بند خط‘ لکھوں گا'' (انتساب ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام'')

انتساب کے بعد احمد ندیم قاسمی کا تحریر کردہ مختصر دیباچہ اور ڈاکٹر سلیم اختر کا مخصوص نفسیاتی تناظر میں لکھا ہوا مضمون ''منٹو خطوط کے آئینے میں'' ہے۔ یہ دونوں مختصر تحریریں اگرچہ محدود حیثیت کے حامل ہیں تاہم اوّلیت کے اعتبار سے منٹو کے خطوط کے تحقیقی و تنقیدی معاملے کے لیے ہم ثانوی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (اگرچہ مجھے ڈاکٹر سلیم اختر صاحب کے بعض نتائج سے اتفاق نہیں ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔)

احمد ندیم قاسمی نے اپنے مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط'' (جس کا تذکرہ گذشتہ سطور میں کیا گیا) کے ساتھ منٹو کے دس خطوط بھی دیے تھے۔ وہ بھی اس مجموعے میں شامل ہیں۔ ان خطوط کی تاریخیں درج کی جاتی ہیں۔ ۱۰رمئی ۱۹۳۷ء، نومبر ۱۹۳۸ء، ۳۰رجنوری ۱۹۳۹ء، ۱۳رفروری ۱۹۳۹ء، ۲۶رجون ۱۹۳۹ء، ۲۱رجولائی ۱۹۴۱ء، ۲۱رفروری ۱۹۴۳ء، ۱۰رمئی ۱۹۴۳ء، ستمبر ۱۹۴۳ء، اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ان میں کچھ خطوط ایسے ہیں جن پر نقوش (منٹو نمبر) میں سن کے ساتھ ساتھ تاریخ بھی درج کی گئی ہیں، لیکن ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام'' میں ۹۳ خطوط میں سے کسی خط پر (سن کے ساتھ) تاریخ درج نہیں کی گئی۔ ۱۲

مرتب نے کہیں کہیں خطوط کے نیچے رسائل، شخصیات، واقعات، افسانوں، نظموں، اداروں وغیرہ سے متعلق حواشی بھی درج کیے ہیں جس سے اس مجموعے کی تحقیقی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ حواشی کتاب میں مختلف جگہوں پر موجود ہیں۔ ان کی نوعیت جاننے کے لیے یہاں چند حواشی درج کیے جاتے ہیں۔ مثلاً:۔

> ''مرتب جولائی ۱۹۳۹ء میں ملتان میں محکمہ آبکاری میں سب انسپکٹر مقرر ہوا۔'' (ص ۸۳)
>
> ''مصور کے علاوہ منٹو ہفت روزہ ’سماج‘ کے بھی ایڈیٹر رہے۔'' (ص ۴۱)
>
> ''رومان ایک علمی و ادبی ماہ نامہ تھا جس کے مالک و مدیر اختر شیرانی تھے۔'' (ص ۲۶)

''مارچ ۱۹۴۰ء میں مرتب ملتان سے دہلی آ گیا، ادھر منٹو بمبئی سے دہلی آ گئے ..... منٹو اور مرتب کی یہ پہلی ملاقات تھی۔'' (ص ۱۰۸)

''حامد علی خان نائب مدیر 'ہمایوں' (ص ۱۶۳)

''منٹو کی ایک فلم (آٹھ دن) جس میں منٹو نے اداکاری کے جوہر بھی دکھائے تھے۔'' (ص ۱۸۵)

''نیا قانون'' منٹو کا ایک بے مثال افسانہ ہے جو ان کے افسانوں کے اولین مجموعے 'منٹو کے افسانے' میں شامل ہے۔'' (ص ۴۵)

ادب میں خطوط کو ایک اہم ترین صنف کی حیثیت سے تسلیم کیا جا چکا ہے۔ کسی بھی ادیب کے خطوط اس کی شخصیت، فن، نظریۂ فن، سیاسی و سماجی نظریات اور ماحول کے حوالے سے اہم ترین ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔[۱۳] اردو میں غالب، سرسید، حالی، شبلی، آزاد، رشید احمد صدیقی، محسن الملک، وقار الملک، مولوی عبدالحق، اقبال، ابوالکلام آزاد، مہدی افادی، نیاز فتح پوری، سید سلیمان ندوی، عبدالماجد دریا آبادی، مولانا غلام رسول مہر، فراق گورکھپوری، منٹو، صفیہ اختر، جگر مراد آبادی، خطوط نمبر ''نقوش''، ابوالاعلیٰ مودودی، اسعد گیلانی، فیض احمد فیض، قرۃ العین حیدر، کشور ناہید، ن۔م۔ راشد وغیرہم ...... کے خطوط منظر عام پر آ کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ زیرِ مطالعہ خطوط میں (ایک خاص عہد کا) منٹو اپنی پوری جیتی جاگتی، زندہ و متحرک، دھڑکتی ہوئی شخصیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ ادب و فن، زندگی، سماج، سیاست، مختلف تخلیقات کا پس منظر، مختلف ادیبوں کے ساتھ روابط، ماحول، سوانحی اشارات، خود ندیم کی شخصیت، ندیم اور منٹو کے روابط کی نوعیت اور ندیم کے فن کے بارے میں منٹو کی آراء کے ساتھ ساتھ خطوط ایک خاص عہد کے منٹو کی پوری تخلیقی اور نفسیاتی شخصیت کی تہہ در تہہ پرتوں کو کھولتا ہے جس سے اس کے فن اور نظریۂ فن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور تنقید کا وہ رخ جس میں منٹو کو معتوب کردار قرار دیا جاتا ہے، ان خطوط کے مطالعے سے متوازن اور مثبت انداز میں بدلنے لگتا ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے۔ ۱۹۴۸ء میں منٹو اور احمد ندیم قاسمی کے درمیان نظریاتی اختلافات پیدا ہوئے۔ (زندگی، جنس، عورت، فن، حسن عسکری سے ادبی روابط اور شراب وغیرہ سے متعلق تصورات و معاملات کے سلسلے میں)۔[۱۴] احمد ندیم قاسمی ۱۹۴۸ء کے شروع میں جب پشاور سے مستقل لاہور آ گئے تو منٹو ممبئی چھوڑ کر لاہور شفٹ ہو چکے تھے۔[۱۵] بقول احمد ندیم قاسمی ''ہمارے نظریاتی اختلافات کی ابتدا یہیں سے ہوئی''۔[۱۶] وہ مزید رقم طراز ہیں کہ:

> ''نظریات کی اس جنگ میں ہم دونوں کا خلوص محفوظ رہا۔ مگر پھر میں نے دو تین بار منٹو کی منفی ادبی سرگرمیوں پر تنقید کر دی ساتھ ہی اس کے چند ایسے دوستوں کو برا بھلا کہہ دیا جو مارے خلوص کے اس کی بربادی کی رفتار کو تیز کرتے رہتے تھے۔ اس پر منٹو مجھ سے بگڑ گیا۔ مجھے اس کا یہ فقرہ کبھی نہیں بھولے گا کہ میں نے تمہیں اپنے ضمیر کی مسجد کا امام مقرر نہیں کیا ہے، صرف دوست بنایا ہے نتیجہ یہ کہ میں نے منٹو سے کترا کر نکل جانے ہی میں اپنی اور اپنے جذبے کی عافیت سمجھی شاید مجھ میں اتنی قوت نہیں تھی کہ میں منٹو کے ماحول کے حصار کو کہیں سے توڑ سکتا۔''[۱۷]

ان خطوط کے عہد اور مندرجہ بالا بیانات کو مدنظر رکھا جائے تو یہ بالکل واضح ہے کہ منٹو کے ندیم کے نام یہ خطوط

اختلافات سے پہلے کے دس سالوں پر محیط ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ ان نظریاتی اختلافات کے باوجود بے لوث خلوص کا وہ رشتہ جو منٹو اور احمد ندیم قاسمی کے درمیان واحد مشترک قدر کی حیثیت رکھتا تھا، محفوظ رہا۔ طبائع کے واضح اختلافات کے باوجود دونوں کے دوستانہ تعلقات ہمیشہ قائم رہے اگرچہ زندگی کی بیش تر سرگرمیوں میں دونوں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دے سکے تاہم ایک دوسرے سے پیار، احترام اور خلوص کا تعلق ہمیشہ موجود رہا۔ بقول ندیم ''ہمیں ایک دوسرے سے شکایتیں ضرور تھیں اور ان شکایتوں کا علی الاعلان اظہار بھی ہوتا رہتا تھا مگر ہم جب بھی ایک دوسرے سے ملے میل دھل گیا اور ہم ... پہلے کے منٹو اور ندیم بن گئے'' ۱۸۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک منٹو کے بارے میں احمد ندیم قاسمی کی رائے یہی رہی کہ ''منٹو کے مزاج و کردار کے بارے میں اکثر لوگ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں جب کہ میں نے اندر باہر سے اتنے صاف ستھرے انسان کم ہی دیکھے ہیں''۔ ۱۹ اور منٹو بھی تمام تر اختلافات کے باوجود ندیم کو اپنا مخلص دوست سمجھتا رہا اور ہمیشہ کہتا رہا کہ ''میں تمہیں نہیں سمجھ سکا، تم مجھے نہیں سمجھ سکے۔ پھر ہم آپس میں دوست کیوں ہیں''۔ ۲۰ (ویسے اس جملے میں بھی منٹو کی انا اور کھرے تشخص کو محسوس کیا جاسکتا ہے)۔ منٹو کے ان خطوط میں ایسے اشارے موجود ہیں اور احمد ندیم قاسمی نے بھی اس طرف اشارے کیے ہیں کہ منٹو کو مسلسل یہ اندیشہ رہا کہ کہیں یہ رشتۂ خلوص ٹوٹ نہ جائے۔ منٹو درحقیقت اپنی شخصیت، نظریات اور زندگی سے متعلق معاملات کی بنا پر اور پھر ندیم کے زندگی اور اخلاقیات سے متعلق نظریات کا اندازہ لگا کر یہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ دونوں ایک راہ پر تو کیا متوازی راہوں پر بھی نہیں چل سکیں گے۔ ۲۱ مثلاً ''خدا کرے کہ آپ کے سینے میں اخلاص بدرجۂ اتم موجود ہو۔'' ۲۲

> ''مجھ میں جو چیز آپ کو پسند آئی ہے، اور جسے آپ خلوص کا نام دیتے ہیں اس کو میں اپنی ناقابلِ اصلاح کمزوری سمجھتا ہوں۔ ایسی کمزوری جو میری صحت، میری روح پر بُرا اثر کرنے کا مؤجب بن رہی ہے۔'' ۲۳

> ''جب میں کسی سے دوستی کرتا ہوں تو مجھے اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ وہ اپنا آپ میرے حوالے کر دے گا۔ دوستی کے معاملے میں میرے اندر یہ ایک زبردست کمزوری ہے جس کا علاج مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنی دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھایا تھا تو میں نے آپ سے کئی مرتبہ کہا تھا کہ مجھے دوست نہ بنائیں۔ صرف اسی کمزوری کے باعث میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔'' ۲۴

> ''مجھ میں بحیثیت انسان بے حد کمزوریاں ہیں اس لیے مجھے ہر وقت ڈر رہتا ہے، کہ یہ کمزوریاں دوسروں کے دل میں میرے متعلق نفرت پیدا کرنے کا مؤجب نہ ہوں اور اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ انھی کمزوریوں کے باعث مجھے کئی صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ میں اس تلخ حقیقت کے پیش نظر شاید آپ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے متعلق کوئی رائے مرتب نہ کریں۔'' ۲۵

> ''میں آپ کا بے حد ممنون و متشکر ہوں کہ آپ نے اپنے دل میں مجھے بہت اچھی جگہ دے رکھی ہے۔ یہ سب بہت اچھا ہے کہ آپ اور مجھ میں کافی فاصلہ ہے اور ہم نے ابھی تک ایک دوسرے کو نہیں دیکھا مجھے یقین ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کے قریب ہوگئے تو وہ بات جاتی رہے گی۔ جو اس وقت میں

یا آپ محسوس کرتے ہیں.......... مجھ میں ایک لاکھ عیب ہیں جو اس وقت آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں جس وقت آپ میرے قریب آگئے تو میں بالکل ننگا ہو جاؤں گا۔ کیا یہی اچھا نہیں کہ ہم دور ہی دور رہیں۔''[۲۶]

یہ عبارات اس لیے درج کی گئیں کہ ان سے نہ صرف خود اپنی شخصیت اور مزاج کی بنا پر، قاسمی کے ساتھ دوستی کے بارے میں، منٹو کے وہ اندیشے سامنے آتے ہیں جن کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ ان سے منٹو اور قاسمی کی شخصیت کے بعض عناصر پر بھی روشنی پڑتی ہے (مثلاً خلوص: شخصیت کے حوالے سے تذکرہ آگے کیا جائے گا)۔ ان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ منٹو اپنی شخصیت، مزاج، نفسیات، خامیوں اور خوبیوں کے بارے میں بھی مکمل طور پر آگاہ تھا اور ان کا برملا اظہار بھی کرتا تھا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں منٹو کے بلانے پر قاسمی، ملتان سے دہلی پہنچے۔ ادھر منٹو بمبئی سے دہلی آگئے یہاں منٹو اور قاسمی کی پہلی ملاقات ہوئی۔ منٹو دہلی میں آل انڈیا ریڈیو دہلی سے وابستہ رہے۔[۲۷] اس دور میں تو منٹو اور قاسمی کے درمیان فاصلے پیدا نہ ہوئے جن کا اظہار منٹو خطوط میں کرتا رہتا تھا۔ البتہ ۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے بعد جب دونوں لاہور میں یک جا ہوئے تو یہ خلیج ابھر کر سامنے آگئی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء تک اس دوستی میں خاصی بے تکلفی تھی۔ ابتداء میں جیسے کہ ہوتا ہے ایک رکھ رکھاؤ یا تکلف سا تھا لیکن بعد میں جیسے جیسے بے تکلفی بڑھتی گئی یہ تکلف ختم ہوتا چلا گیا۔ اگر خطوط کے القابات اور اختتام کو تاریخی ترتیب سے مدِ نظر رکھا جائے تو یہ چیز محسوس کی جاسکتی ہے۔ (القابات: برادرِ مکرم، ندیم صاحب، برادرِ محترم، بھائی صاحب، برادرِ عزیز، پیارے ندیم، بھائی ندیم، جانِ من، ندیم بھیا.........، اختتام: خاکسار، آپ کا بھائی، نیاز کش، ہمیشہ تمہارا، تمہارا، تمہارا بھائی، تمہارا سعادت) بلکہ اگر ان خطوط میں منٹو کے لہجے اور اندازِ تخاطب کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ابتداء میں منٹو کا برتاؤ خطوط میں ندیم کے ساتھ دوستانہ مگر سرپرستانہ و مشفقانہ تھا بعد میں جوں جوں بے تکلفی بڑھتی گئی یہ انداز معدوم ہوتا گیا اور گویا منٹو نے مکمل طور پر اپنا دِل کھول کر ندیم کے سامنے رکھ دیا۔[۲۸]

چنانچہ یہ امر معنی خیز ہے کہ یہ خطوط اپنی بیش تر حیثیت میں نجی نوعیت کے ہیں۔ جس کا اظہار جا بجا ان خطوط میں ملتا ہے، منٹو اپنی ذاتی زندگی کے حالات واقعات اور اتار چڑھاؤ۔ بن و عن ندیم کو لکھتا رہتا ہے۔ لیکن جہاں تک ملکی یا بین الاقوامی سیاست کا تعلق ہے تو ان پر بے حد کم (بلکہ نہ ہونے کے برابر) تبصرہ ان خطوط میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہ خطوط جس طرح منٹو کی شخصیت کے بارے میں مفصل سوانحی مواد فراہم کرتے ہیں اس طرح ملکی اور بین الاقوامی سیاست کے بارے میں منٹو کے خیالات کا مفصل احوال نہیں ملتا تاہم انھی چند اشارات کے ذریعے منٹو کی بے لاگ رائے سیاسی حالات کے بارے میں تلاش کی جاسکتی ہے۔

یہ وہ دور ہے جب پہلی اور اس کے بعد دوسری جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء - ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) ہو چکی تھی۔ انقلابِ روس (۱۹۱۷ء) کے اثرات کے زیرِ اثر بین الاقوامی اور ملکی سطح پر ترقی پسند تحریک (ہندوستان میں ۱۹۳۶ء میں) شروع ہو چکی تھی۔ منٹو اور ندیم سمیت بے شمار ادیب ترقی پسند تحریک سے متاثر اور اس سے وابستہ تھے۔ ہندوستان میں برطانوی سامراج سے آزادی کی تحریک چل رہی تھی۔ ملک سیاسی، معاشی اعتبار سے پس ماندگی کا شکار تھا۔ جنگ عظیم اور سماجی حالات کی بدولت عوام الناس کے ساتھ ساتھ تخلیق کار اور فن کار سخت معاشی بدحالی اور ذہنی انتشار کا شکار تھے۔ منٹو اور ندیم دونوں ہی حسّاس

فن کار تھے، ان الیوں کا ان کی زندگی پر بھی براہِ راست اثر تھا۔ چنانچہ دونوں ہی ان کے خلاف ردِعمل کا اپنے اپنے انداز میں اظہار کر رہے تھے۔ درج ذیل اشارات کے ذریعے اس دور کے سیاسی حالات، منٹو کے ذہن اور زندگی پر ان کے پریشان کن اثرات اور پھر ان کے خلاف منٹو کے انقلابی اور باغیانہ ذہن کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

''اس ایٹم بم (ہیروشیما کی طرف اشارہ ہے) نے میری زندگی کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ ایسا لگتا ہے ہر شے فضول ہے۔ حال اور مستقبل اب بالکل بے معنی سے ہو کر رہ گئے ہیں۔''

''جنگ (دوسری جنگِ عظیم) کی وجہ سے میں نے کہانی ہزار کی بجائے پانچ سو میں انھی کے پاس بیچ دی ہے۔''

''مسٹر نذیر سے خلش صاحب ۲۹ کا ملاپ ہو گیا ہے جو کہ اتنا ہی حیرت انگیز ہے جتنا کہ روس اور جرمنی کا اتحاد ہے۔''

''ایک فلمی افسانہ سوچ رہا ہوں جس کا عنوان ''پڑوس'' ہوگا اس افسانہ کا موضوع ہندو مسلم اتحاد کا عقبی منظر ہوگا۔ یعنی وہ تمام عناصر بیان کیئے جائیں گے جو اتحاد کے درمیان حائل ہیں چونکہ مسجد اور مندر میں ان دونوں کا ملاپ محال ہے اس لئے میں نے ایک ایسا پلیٹ فارم ڈھونڈا ہے جہاں یہ دونوں مل سکتے ہیں یا ملتے رہتے۔ وہ پلیٹ فارم ویشیا کا مکان ہے۔''

''یہاں محصول اور خدا معلوم کیا کیا ٹیکس نہ دینا پڑے گا۔''

''ہندوستان میں نوکری ایک لعنت بن کر رہ گئی ہے میں خود اس لعنت سے بری نہیں لیکن اب مجھ میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔''......

''دفتر میں اتاترک نمبر'' کی ایک کاپی بھی نہیں بچی''

''اس کم بخت گاندھی نے روزہ رکھ لیا اور یہ بات کھٹائی میں پڑ گئی۔''۳۰

ان خطوط میں سیاسی اشارات کا فقدان ہے لیکن منٹو کی ذات اور اس کی ذات کے حوالے سے اس کا ماحول اور سماج بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ان خطوط کا منٹو معمولی سے ہفت روزہ ''مصور'' ہفت روزہ ''سماج'' اور ہفت روزہ ''کاررواں''، ممبئی کا معمولی مدیر ہے۔۳۱ اس کی طبیعت ''غیر شاعرانہ ماحول'' کی وجہ سے ''سخت مکدر'' رہتی ہے۔۳۲ ''غیر شاعرانہ ماحول'' سے منٹو کی مراد ممبئی کی کاروباری زندگی اور اس کے بعض دوستوں کی تاجرانہ ذہنیت ہے۔ ''دراصل یہ پریشانی اس نظام کے باعث ہے جو ہم پر عائد کیا گیا ہے۔''۳۳ ''اس دنیا میں آرٹسٹوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔'' منٹو کا مشاہدہ ہے کہ ''دنیا وہ نہیں جو ہم اور آپ سمجھتے ہیں'' ادب اور فلم کے اداروں میں ان لوگوں کا اثر زیادہ ہے ''جن کے خیالات بوڑھے اور پیش پا افتادہ ہیں۔ جو جاہل مطلق ہیں''۳۴ یہ وہ ''غیر شاعرانہ دنیا'' ہے جس کے مادہ پرستانہ ماحول سے منٹو کے ہاں مسلسل بیزاری، عدم مطابقت اور ذہنی کوفت کا اظہار ملتا ہے۔ پھر یہ ماحول صرف ممبئی ہی نہیں پورے برصغیر میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ ممبئی تو ممبئی ہے دہلی بھی منٹو کے لیے ''بہت بری جگہ'' ثابت ہوئی۔ ''دوست نما دشمن'' وہاں بھی موجود تھے۔ منٹو کے ''اضمحلال'' اور ''کوفت'' کا باعث یہی ماحول ہے۔۳۵ اس کی تمام تخلیقات اسی تضاد پر مبنی نظام اور ماحول کے خلاف آواز ہیں اور یہ آواز اس کے ان خطوط میں بھی گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اس ماحول کے برعکس منٹو کا مزاج یہ ہے ہر کام ''ایمان دارانہ طور پر'' انجام دینا اس کا وصف ہے وہ ''کسی سے برائی کر ہی نہیں سکتا''۔ شراب صرف اس کے ''جسم کو نقصان پہنچاتی ہے روح کو نہیں'' ''دنیا کی کوئی طاقت'' اسے ''سچی بات کہنے سے روک نہیں سکتی''۔ اس کی ''زندگی کا سارا دار و مدار صرف مشقت پر ہے''۔ اس لیے وہ صرف ''محنت'' کرتا ہے ''سیاسی پہلوانی'' نہیں۔[۳۶] مسلسل کام اور ''تھکا دینے والی مصروفیت''[۳۷] منٹو کی زندگی کا جزو ہے۔ اِن خطوط کی فضا (بظاہر) بحیثیت مجموعی افسردگی، تھکاوٹ، ذہنی پژمردگی اور زندگی کے تلخ احساسات سے پُر ہے۔ معاشی پریشانیاں، احساسِ تنہائی، مسلسل بیماری، اعصابی کمزوری، ذاتی زندگی کی پریشانیاں اور پھر ان کے ساتھ خارجی ماحول سے اجنبیت اور اس کے نتیجے میں اس ماحول سے تصادم ان خطوط میں جا بجا محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ان خطوط کا منٹو ایک شکستہ دیوار کی طرح ہے جس پر سے پلستر کے ٹکڑے گر گر کر زمین پر مختلف شکلیں بناتے رہتے ہیں[۳۸] ''ذہنی پریشانیاں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں''۔ ''صحت دن بدن خراب ہو رہی ہے''۔[۳۹] جوان ہونے کے باوجود علالت اور مصروفیت کے باعث بعض اوقات ندیم کو خط کا جواب لکھنے میں تاخیر ہوتی ہے۔ مسلسل ''اعصابی کمزوری''، ''اعضا شکنی''، ''مالی کمزوری''، ''مستقل نقاہت''، ''ذہنی پریشانیاں''، ''کیا کچھ نہیں'' جو منٹو کی زندگی میں موجود نہ ہوں۔[۴۰] اِن خطوط کا منٹو بہت کچھ لکھنا چاہتا ہے مگر نقاہت......... ایک مستقل نقاہت کچھ کرنے نہیں دیتی۔ بقول منٹو ''میں بہت تھک گیا ہوں، بے حد تھک گیا ہوں''۔[۴۱] آپ (ندیم) کی پریشانیاں میں سمجھ سکتا ہوں اس لیے کہ میں بھی ایک مدت سے ایسی ہی تلخیوں میں گھرا ہوا ہوں زندگی کے معنی جیسا کہ میں سمجھا ہوں ایک طویل موت ہے۔[۴۲] یہ وہ منٹو ہے جسے اطمینان نصیب نہیں۔[۴۳] بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ ''پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں''[۴۴] مرض اور سینے میں درد اتنی شدت سے ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''قلم میں بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں''[۴۵] وہ ایک ایسے ''تکلیف دہ ماحول'' (خارجی، داخلی) میں آباد ہے جو ''رگوں سے جوانی کی تمام امنگیں باہر کھینچ (رہا) ہے''[۴۶] تضادات پر مبنی سفاک ماحول، روزگار کی پریشانیاں اور اس پر مستزاد چھوٹی سی عمر میں بیٹے کی موت۔ (دیکھیں کتنا کرب اور کتنی محبت ہے منٹو کے اس سادے سے جملے میں۔ ''میرا عارف صرف دو دن بیمار رہ کر کل رات کے گیارہ بجے ارون ہسپتال میں مر گیا)۔''[۴۷]

یہ وہ تمام عناصر میں جو منٹو کی زندگی، شخصیت اور فن میں ایک طرف تلخی، جھنجھلاہٹ پیدا کرتے ہیں تو دوسری طرف بے باک خلوص، بے باک اظہار اور بے باک کھرا پن۔ اس لیے کہ وہ ''فریب کار'' نہیں بن سکتا۔ وہ اس کا اظہار اس طرح کرتا ہے ''میں صرف اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ صرف فریب کاری ہی کی بدولت انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ کیا میں فریب کار بن جاؤں؟'' (یہ دراصل استفہام برائے نفی ہے)۔[۴۸] یہی وجہ ہے کہ جس طرح منٹو خود مخلص ہے اسی طرح دوسروں سے بھی خلوص کا طالب نظر آتا ہے۔ (اس حوالے سے اقتباسات گذشتہ صفحات میں درج کیے جا چکے ہیں)۔ اگرچہ اِن خطوط میں ایک پریشان حال منٹو نظر آتا ہے لیکن ان تمام تلخیوں کے باوجود، پریشانیوں اور مصیبتوں کے باوجود، تھکی ہوئی فضا میں کہیں کسی گوشے میں ایسا منٹو بھی موجود ہے جو زندگی کی امنگ رکھتا ہے، جو مسلسل کام کرنے، زندہ رہنے، خوش حال ہونے کے جذبات کا حامل ہے، جو حوصلے کے ساتھ مصیبتوں کے پہاڑ سے ٹکراتا ہے جبھی تو وہ چاہتا ہے کہ ایسا سوئچ بورڈ اس کے پاس آ جائے جس سے وہ حسبِ خواہش روشنیاں پیدا کر سکے۔[۴۹] جبھی تو وہ ندیم کو بھی حوصلہ دیتا ہے کہ ہمت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیے اور مصیبت کے پہاڑوں میں اپنا راستہ کاٹتے رہیے۔ خدا بہتر کرے گا۔''[۵۰] جبھی تو وہ کسی شے سے مطمئن نہیں ہوتا، ہر شے میں ایک کمی محسوس کرتا ہے، اپنے

آپ کو نامکمل سمجھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہے وہ نہیں ہونا چاہیے اس کی بجائے کچھ اور ہی ہونا چاہیے۔۵۱ جبھی تو وہ کہتا ہے کہ ''میں بہت جلد مرنا نہیں چاہتا''، ''منٹو، منٹو کے لئے زندہ ہے''۔ جبھی تو اس کو اپنے خیالات کے ارفع اور انقلابی ہونے کے ساتھ یہ احساس بھی ہے کہ اگر منٹو مر گیا تو ''وہ خیالات بھی مر جائیں گے جو اس کے دماغ میں محفوظ ہیں'' یہ زندگی کی امنگ ہی تو ہے کہ اس کا ''دماغ ہر وقت کام کرنے کے باعث تپتا رہتا ہے۔''۵۲ اور پھر دوٹوک کہہ دیتا ہے کہ ''آپ بے فکر رہیں مجھے ابھی زندہ رہ کر بہت سے تماشے دیکھنے ہیں''۔۵۳ اور یہی وجہ ہے کہ ''آتش پارے''، ''منٹو کے افسانے''، ''دھواں'' اور ''لذتِ سنگ'' (افسانوی مجموعے) شائع ہونے کے بعد بھی اور ان میں شامل نیا قانون، پھاہا، خوشیا، بانجھ، نعرہ، ہتک، دھواں، کالی شلوار، بولو ہم۵۴ جیسے اعلیٰ پائے کے افسانے لکھنے کے باوجود بھی کہہ رہا تھا کہ اگر مجھے زندگی میں یہی کچھ کرنا تھا تو اس کا مطلب ہے میں اب تک کچھ نہیں کر سکا۔ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ میں تو ابھی تک وہ بات ڈھونڈ رہا ہوں جو مجھے کرنی ہے۔۵۵

چنانچہ ڈاکٹر سلیم اختر کی یہ رائے کہ ان خطوط میں ایک تھکی تھکی سی فضا اور ذہنی پژمردگی ملتی ہے ایک حد تک درست ہے۔۵۶ یقیناً خارجی ماحول سے عدم موافقت، معاشی پریشانیاں، گھریلو الجھنیں، بے مہریِ احباب کی بدولت تھکاوٹ موجود تو ہے لیکن محض یہی کچھ نہیں ہے۔ یہ تو حالات کی سختی کا فطری عمل ہے۔ چنانچہ یہ ذہنی پژمردگی، مایوسی، ناامیدی اور موت کی خواہش اِن خطوط کا بنیادی مزاج نہیں ہے بلکہ پریشان حالی میں مایوس منٹو کی بجائے زندگی کی آرزوؤں، امنگوں سے لبریز، مصیبتوں کے پہاڑوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا منٹو ان خطوط میں موجود ہے۔ (یہاں غالب اور اس کے خطوط کو ذہن میں لائیے)۔

اسی طرح ڈاکٹر سلیم اختر کا یہ بیان کہ ''منٹو کے خطوط کا مجموعی تاثر ہمارے سامنے ذہنی الجھنوں اور پریشان حال قلم کار کی تصویر پیش کرتا ہے'' اور اسی طرح ''ذہنی بے چارگی''، ''ذہنی کشمکش''، ''نفسیاتی پیچیدگیاں''، ''خلوص کی مریضانہ نوعیت''، ''عدم تحفظ کا مریضانہ احساس'' اور ''خود اپنی ذات کے نہاں خانوں میں جھانکنے کی صلاحیت نہ رکھنا''۵۷ اس قسم کے بیانات محلِ نظر ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ یہ خطوط ایک ''پریشان حال قلمکار کی تصویر'' ہیں لیکن یہ قلم کار نفسیاتی امراض، نفسیاتی پیچیدگیوں، نفسیاتی الجھنوں، ذہنی بے چارگی، عدم تحفظ یا خلوص کے مریضانہ احساس کا حامل یا اپنے شعور و لاشعور کے نہاں خانوں میں جھانکنے کی صلاحیت نہ رکھنے والا قلم کار نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک باشعور اور اپنی ذات و سماج کے مسائل سے آگاہ تخلیقی شخصیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھی پریشان حالیوں اور زندگی کے گوناں گراں مسائل نے اسے اپنے شعور و لاشعور بلکہ اجتماعی لاشعور سے بھی آگاہ فن کار بنا دیا ہے۔۵۸ بلاشبہ ''ذہنی کشمکش'' اور افسردگی پریشان حالی میں پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ تو ایک فطری ردِ عمل ہے اور حقیقت میں ایک صحت مند ذہن کی علامت بھی)۔ چنانچہ یہ ذہنی کشمکش منٹو کی شخصیت میں ایک فطری ردِ عمل کے طور پر ابھری ہے نہ کہ ایک مستقل ذہنی کیفیت یا مرض کی شکل میں۔ خود ڈاکٹر سلیم اختر نے یہ کہہ کر کہ ''منٹو نے وقتاً فوقتاً ذات کے بعض گوشوں کو بے نقاب کر دیا''۔۵۹ خود اپنے بیان کی نفی کر دی ہے اس لیے کہ اگر منٹو اپنی ذات کے نہاں خانوں میں جھانکنے کی صلاحیت نہ رکھتا تو کبھی اپنی ذات کے بعض گوشوں کو بے نقاب نہ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ منٹو کو اپنی ذات، اپنی شخصیت، اپنے مزاج، اپنے شعور، اپنے لاشعور، اپنی نفسیات، اپنی خوبیوں، اپنی خامیوں سے مکمل آگاہی ہے جبھی تو وہ اپنے پریشان حال خطوط میں بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا ہے ''مجھ میں بحیثیت ایک انسان کے بے حد کمزوریاں ہیں''۶۰ ''خلوص کو میں اپنی ناقابل اصلاح کمزوری سمجھتا ہوں''۔۶۱ اُسے اپنی ذات پر اعتماد ہے تو وہ کہتا ہے کہ ''شراب صرف میرے جسم کو نقصان پہنچاتی ہے روح کو نہیں''۶۲ اُسے یہ بھی احساس

ہے کہ وہ چلتے چلتے ایسے مقام پر آ گیا ہے ''جہاں انسان septec بن جاتا ہے'' ٦٣ اسے تو یہ بھی ادراک ہے ''میری دماغی حالت میں بڑا تغیر واقع ہوگیا ہے سیکڑوں چیزیں بیک وقت سوچنے سے میں افراتفری کے عالم میں رہتا ہوں'' ٦٤ ظاہر ہے اس ''افراتفری کے عالم'' کا مطلب نفسیاتی مرض نہیں بلکہ کام کی زیادتی اور پریشانیوں کے سبب ایک پریشان کن بے چین حالت ہے جو فطری امر ہے ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتا کہ ''میں خود اپنے آپ کو نامکمل سمجھتا ہوں۔'' ٦٥ اسے تو یہ بھی آگاہی ہے کہ ''مجھ میں روحانی کمزوریاں اور ذہنی خامیاں ہیں'' ٦٦ جو شخص دعا کے بارے میں خیالات ایسے کشادہ رکھتا ہو کہ ''دعا کے لیے خاص لمحات ہوتے ہیں، جو دعا ہر وقت مانگی جائے میرے خیال میں وہ دعا نہیں'' ٦٧ وہ شخص ذہنی پژمردگی اور ذہنی بے چارگی کا حامل کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ چند بیانات ہیں جو یہاں درج کیے گئے ہیں ورنہ ان خطوط میں جابجا ایسے جملے موجود ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں جن سے ہماری رائے کی تصدیق ہوتی ہے۔

منٹو کثیر الاحباب اور وسیع المطالعہ شخص تھا۔ مختلف علمی و ادبی شخصیات سے اس کا واسطہ تھا۔ مختلف رسائل، مختلف انگریزی اردو کتب اس کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ جدید ادب، ادبی رویوں اور رجحانات پر اس کی نظر تھی۔

احمد ندیم قاسمی، اختر شیرانی، فیض، راشد، میراجی، ایم ڈی تاثیر، حفیظ جالندھری، چراغ حسن حسرت، شاہد احمد دہلوی، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، شاہد لطیف، عصمت چغتائی، حمید نسیم، اوپندر ناتھ اشک، خدیجہ مستور، محمد طفیل، ہاجرہ مسرور، شاد امرتسری، محمد یوسف، قتیل شفائی، عبد المجید سالک، دیوان سنگھ مفتون، خواجہ حسن عباس، امین حزیں، حامد علی خان، ابو سعید قریشی، اختر حسین رائے پوری، ممتاز مفتی، فکر تونسوی، خاطر غزنوی اور دیگر احباب جن سے منٹو کا مکالمہ رہتا تھا اس مجموعے میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ ٦٨ رسائل میں ہمایوں، ادبِ لطیف، ساقی، سویرا، مصور، سماج، کارروان، انقلاب، آرٹسٹ، ادبی دنیا، شاہ کار، رومان، پھول، تہذیبِ نسواں وغیرہ ٦٩ غیر ملکی ادیبوں میں چیخوف، طالسطائی، گورگی، تورگنیف، دوستوئسکی، اندریف، میری کوریلی، وکٹر ہیوگو، فلائبیر، ایمل زولا، سیر لولی، ڈکنز، عمر خیام، غالب، چینی اور پنجابی شعراء اور ان کی تصانیف، انگریزی تحریریں وغیرہ ٧٠ ''منٹو کی اپنی مختلف تخلیقات مثلاً فلم آٹھ دن، (افسانوں اور افسانوی مجموعے کا ذکر کیا جاچکا ہے)، ناول ''بغیر عنوان کے'' وغیرہ (کا پس منظر، موضوعات وغیرہ) منٹو کی شخصیت اور ان سے متعلق دیگر حالات و واقعات، معاملات، مختلف اداروں، فلم انڈسٹری، پبلشرز، ان کی شادی، اولاد، ازدواجی زندگی، ان کی مسلسل بیماری، روزمرہ کے معمولات، مختلف رسائل سے وابستگی وغیرہ (مثلاً یہ وہ دور ہے جس میں منٹو مصور، سماج اور اس کے بعد کارروان سے وابستہ ہے۔ بیماریاں اور پریشانیاں ہمہ وقت اس کا گھیرا کیے رہتی ہیں۔ کاروباری ماحول سے بیزار ہے۔ خلوص کا بھوکا ہے۔ پھر اسی دور میں شادی ہوتی ہے، بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک کم سن بیٹے کی موت واقع ہوتی ہے۔ ''مصور'' سے بالجبر علیحدہ کردیا جاتا ہے۔ مختلف افسانوں پر فحاشی کے الزام میں مقدمے چلتے ہیں۔ فلم انڈسٹری میں مکمل طور پر داخل ہے۔ بے انتہا مصروفیت اور محنت اس کا وصف ہے۔ کثیر الاحباب اور صاحبِ مطالعہ شخص ہے۔ شراب کا رسیا ہے، مزاج کا کھرا ہے۔ شان دار تخلیقات (جن کا ذکر پہلے بھی ہوا ہے) پیش کرچکا ہے لیکن مزید اڑان کے لیے پر تول رہا ہے غرض ایسے بہت سے اشارات ہیں جو اس کی شخصیت اور فکر و فن کو سمجھنے میں ممد و معاون ہیں اور سوانحی لحاظ سے قابلِ قدر ہیں۔ ٧١

ان خطوط میں احمد ندیم قاسمی کی شخصیت، فن اور حالات سے متعلق اشارے بھی ملتے ہیں۔ ان خطوط کے مطابق وہ

ایک مخلص، ہمدرد اور بے ریا انسان ہیں۔ منٹو جگہ جگہ ان کے ''اخلاص'' کی نشان دہی کرتا ہے جہاں ندیم کو منٹو سے عقیدت ہے وہاں منٹو کو بھی ندیم کے اخلاص پر ناز ہے بلکہ منٹو کے نزدیک اسے ندیم کے ''اخلاص کی ہمیشہ ضرورت رہے گی۔'' اسے ندیم سے کوئی بدظن نہیں کر سکتا غرض ان میں ندیم کی معاشی مشکلات، پریشانیاں، تعلیم کے بعد بے کاری، ملتان میں محکمہ آب کاری میں ملازمت، ملازمت چھوڑنے کے بعد دارالاشاعت پنجاب لاہور سے وابستگی اور ''تہذیب نسواں'' اور ''پھول'' کی ادارت، ''ادب لطیف''، ''نقوش''، ''سویرا'' کی ادارت، آل انڈیا ریڈیو، پشاور سے وابستگی، مختلف شعری و افسانوی مجموعوں، افسانوں اور نظموں کی تخلیق و اشاعت، ان کا پس منظر اور موضوعات وغیرہ (مثلاً: چوپال، بگولے، طلوع و غروب، آنچلے، آبلے، جلال و جمال، رم جھم، دوام، دشتِ وفا وغیرہ اسی طرح افسانے بے گناہ، میرا بٹوہ، السلام علیکم، قلی، میرا رانجھا، طلائی مہر، اولاد، ماں، دسمبر کی رات، وغیرہ اسی طرح نظمیں نیا ساز نئی تان، شکنجے، میرا گاؤں، عزمِ نو، حریتِ فکر، نظام نو، کھیل اس کے علاوہ غزلیں وغیرہ و)۔ غرض اس دس سالہ دور کے ندیم کی شخصیت، مصروفیات، ملازمتیں، پریشانیاں، تخلیقی اٹھان وغیرہ سے متعلق اشارات موجود ہیں جو ایک محقق و نقاد کے لیے مفید ہیں۔۲۷

ان خطوط میں منٹو نے ندیم کے افسانوں اور شاعری، خود اپنے افسانوں، فلمی کہانی کی تکنیک، فن افسانہ نگاری، رسائل اور جدید ادبیات پر جا بجا اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان سے منٹو کے نظریۂ فن اور افسانہ نگاری، خاکہ نگاری، ندیم کے افسانوں اور شاعری کے بارے میں اس کے خیالات، جدید ادب کے بارے میں اس کی رائے کے بارے میں اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ منٹو ایک تخلیقی فن کار کی حیثیت سے معروف ہے لیکن ان خطوط میں بکھرے ہوئے تنقیدی اشارات کی مدد سے بحیثیت نقاد اس کے فلسفۂ حیات و نظریۂ فن کی کلید کو کھولا جا سکتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں خود اس کے فن کو سمجھا جا سکتا ہے مثلاً آپ ''افسانے کے موضوع کو نہ صرف چھو کر بھی دیکھا ہے بلکہ محسوس بھی کیا ہے''، ''خوب لکھا ہے مگر طرز بیان بہت الجھا ہوا ہے''، ''آپ بقدر کفایت ضبط کو کام میں نہیں لاتے آپ کا دماغ اسراف کا زیادہ قائل ہے..........''، ''ایک اچھے افسانے کو خراب editing نے پھیکا کر دیا ہے۔ آپ ترتیب کا بہت خیال رکھا کریں۔..........بہتر ہوتا کہ آپ ایک ہی موضوع کو پیشِ نظر رکھتے''۔ ''آپ کے باقی گیتوں میں گیت کی روح نہیں ہے۔ ایسا گیت لکھئے جس میں احمد ندیم قاسمی نظر آئے جس کا تعلق براہِ راست روح سے ہو''، ''آپ دیہات کی فضا سے بخوبی واقف ہیں اور آپ کا دل غایت درجہ حساس ہے۔''، ''میرے دل میں کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور نہ چھپانا چاہتا ہوں''۔ ادبی رسائل کے بارے میں اس کی رائے ہے کہ ''ہمارے ادبی رسائل صحیح ادب کے متحمل نہیں ہو سکتے اگر ایسا ہوتا تو بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا''۔ وہ ادب برائے زندگی کا قائل ہے اس نقطۂ نظر کے ساتھ کہ ''زندگی کو اس شکل میں پیش کرنا چاہیے، جیسی کہ وہ ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عورت کے روایتی مشرقی تصور کو رد کر کے اس کو جنس سے وابستہ کر کے دیکھتا ہے اور اس کے دل میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہے اس کا موقف ہے کہ ''پتی ورتا استریوں اور نیک دل بیویوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اب ایسی داستانیں فضول ہیں کیوں نہ ایسی عورتوں کا دل کھول کر بتایا جائے جو اپنے پتی کی آغوش سے نکل کسی دوسرے مرد کی بغل گرما رہی ہوں''۔ اس کے ہاں عشق و محبت عورت کے بغیر افلاطونی ہیں۔ اور عورت شہوت کے بغیر ''پتھر کی مورتی''۔ کس قدر افسوس ناک چیز ہے کہ عورتوں کے ہمسائے ہو کر بھی ہم ان کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ ''لعنت ہے ایسے ملک پر جو عورتوں کو ہم سے ملنے کے لئے روکے''۔ منٹو کا قلم طوائف کے بارے میں

لکھتے ہوئے افسانوں کی طرح خطوط میں بھی سرشار ہو جاتا ہے۔ اس نے طوائف کے دل تک پہنچ کر اس کے اندر سے ایک 'عورت'، کو تلاش کیا ہے۔ ''ویشیا'' کا مکان نہ مسجد ہے نہ مندر۔ ہندو مسلمان قوموں کا ملاپ محال ہے۔ طوائف اس لیے عظیم ہے کہ وہ معاشرے کے نام نہاد ٹھیکے داروں کے برعکس بے لوث، منافقتوں سے پاک 'عورت' ہے۔ منٹو طوائف کے اندر پوشیدہ اس عورت کے اندر الیوں کو تلاش کرتا ہے۔ ''ہتک'' کے بارے میں ندیم سے مخاطب ہے کہ ''میں خوش ہوا کہ ہتک آپ کو پسند آیا مجھے خود یہ افسانہ پسند ہے'' ——— بہر حال ان خطوط میں ایسے تنقیدی اشارات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ افسانے کی تکنیک کے تمام لوازمات، مبادیات سے پورے طور پر آشنا ہے (مثلاً موضوع کو محسوس کرنا اور اسے چھو کر دیکھنا، اندھی جذباتیت اور بلا مقصد جذباتی اشتعال سے گریز مگر جذبات کی متوازن، صحت مند شدت، شدت تاثر، طرزِ بیان میں الجھاؤ نہ رکھنا، ترتیب واقعات، وحدتِ تاثر، کفایت لفظی، چونکانے کا حربہ، ادب میں زندگی کی اتھل پتھل، بے باک اظہار، عورت کا غیر روایتی یا عام معاشرتی تصور، طوائف، عشق و محبت، جنس، اور عورت کا امتزاج وغیرہ) غرض ان اشارات کی مدد سے زندگی اور فن کے بارے میں اس کے خیالات کو بھی سمجھا جا سکتا ہے اور ان کی روشنی میں اس کے افسانوں کا مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے (اس لیے کہ یہ تمام خصوصیات اس کے افسانوں میں موجود ہیں گویا اس کا فن نظریۂ فن سے ہم آہنگ ہے) بلکہ ان اشارات کی مدد سے ندیم کے فن کا بھی۔ ان کی شخصیت کی طرح مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (اس لیے کہ ان میں خاصی حد تک آر اندیم کے فن سے متعلق بھی ہیں جن میں معروضی اور بے باک انداز میں رائے دی گئی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا بعض بیانات سے ظاہر ہے۔ ۳۳ے

ان خطوط کے اسلوب کا جائزہ لیا جائے تو وہی اجزائے اسالیب ان میں بھی موجود ہیں جو منٹو کی افسانہ نگاری اور دوسری تحریروں میں موجود ہیں۔ مثلاً بے باک اظہار، چونکانے کا حربہ، کفایت لفظی، اچھوتی تشبیہات، طنز کی کاٹ، سچائی کا برملا اظہار، سیدھے سادھے القابات، سادہ اندازِ بیان وغیرہ ——— غرض افسانہ نگار منٹو کی پوری شخصیت ان خطوط میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ (ہم نے اپنے مقالے میں جو اقتباسات پیش کیے ہیں انھی کو مدنظر رکھ لیا جائے تو ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے)۔

المختصر ان خطوط سے ایک خاص عہد کے منٹو کی مکمل تخلیقی، زندہ و متحرک، جیتی جاگتی، بے باک اور خوبیوں خامیوں سے لبریز شخصیت اجاگر ہوتی ہے۔ سیاست و سماج، زندگی اور ماحول کے بارے میں نقطۂ نظر، مختلف تخلیقات کا پس منظر، ادب اور فن کے بارے میں نقطۂ نظر، مختلف ادیبوں کے ساتھ روابط، خود ندیم کی شخصیت و فن اور اس کے بارے میں منٹو کے نظریات، ادبی رسائل، ادبی ماحول، فلم انڈسٹری سے متعلق اشارات بکھرے ہوئے ہیں جن کے ذریعے منٹو کی پوری شخصیت، نفسیات اور فن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یوں مکتوب نگاری کی روایت میں ان خطوط سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔

حواشی:

ا۔ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش لاہور (منٹو نمبر)، شمارہ ۴۹-۵۰، ۱۹۵۶ء، ص ۴۰۱۔
دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۸۔

۲۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو کے خطوط ندیم کے نام (خط فروری ۱۹۵۱ء، خط اپریل ۱۹۳۷ء)، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۲، ۳۴۔

۳۔ ایضاً،ص۵۶۔

۴۔ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص۴۰۲۔

۵۔ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص۷۔

۶۔ ہمارے سامنے مجموعے کی وہ اشاعت ہے جسے ۱۹۹۱ء میں پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، لاہور سے شائع کیا گیا۔ یہ اس ادارے کی پہلی اشاعت تھی اور بحیثیت مجموعی تیسری۔

۷۔ ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام''، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص۷۔۸۔۲۶۔

احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص۳۹۷۔

۸۔ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص۷۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ منٹو کے خطوط ندیم کے نام (حاشیہ خط جنوری ۱۹۳۷ء)، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص۲۶۔

۱۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر (سوانحی خاکے)، اساطیر، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص۶۰، ۶۱؛

(احمد ندیم قاسمی کا یہ ''کھلا خط'' اس کتاب ''میرے ہم سفر'' میں موجود ہے دیکھیے: ص۷۶ تا ۸۸)۔

احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص۳۹۷۔

احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص۸۔

۱۲۔ نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل میں دیکھیے صفحات ۴۰۷ تا ۴۱۴۔

منٹو کے خطوط، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی میں دیکھیے صفحات، ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۵۷، ۶۷ تا ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۱۵۸، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۱۔

۱۳۔ خطوط کی ادبی وفنی اہمیت اور لوازم کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔

☆ خورشید الاسلام، ڈاکٹر، مضمون، ''خطوط نگاری''، مشمولہ، ''تنقیدیں''، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۴ء، ص۹ تا ۱۹۔

☆ عبداللہ، ڈاکٹر سید، مضمون ''اردو خط نگاری''، مشمولہ، نقوش (مکاتیب نمبر) جلد اول، مرتبہ، محمد طفیل، شمارہ–۶۵، ۶۶، ادارۂ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص۱۴ تا ۳۸۔

☆ غلام رسول مہر، مولانا، مضمون، ''علم و ادب میں خطوط کا درجہ''، مشمولہ نقوش (مکاتیب نمبر، جلد اول)، مرتبہ، محمد طفیل، ص۱۱ تا ۱۳۔

☆ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر ''اصنافِ ادب''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص۱۷۶ تا ۱۸۱۔

۱۴۔ ان اختلافات کے پس منظر اور تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے۔

☆ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص۴۰۰ تا ۴۰۲۔

☆ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۸۔
☆ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر (سوانحی خاکے)، ص ۶۰ تا ۶۳، ۷۶ تا ۸۸۔

۱۵ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص ۶۰۔
☆ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۸۔

۱۶ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص ۴۰۰۔

۱۷ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۸۔
☆ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص ۲۷۔
☆ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص ۴۰۰ تا ۴۰۲۔

۱۸ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص ۳۹۸۔

۱۹ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص ۴۸۔

۲۰ ایضاً، ص ۷۱۔

۲۱ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص ۳۹۷۔
☆ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ طبع سوم، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۸۔

۲۲ بحوالہ خط فروری ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۲۔

۲۳ بحوالہ خط اپریل ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۴۔

۲۴ خط ۲۳ ستمبر ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۷۔

۲۵ خط ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۴۰۔

۲۶ خط مئی ۱۹۳۸ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۴۵۔

۲۷ دیکھیے۔
☆ خط فروری ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۰۶۔
☆ خط مارچ ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۰۸۔
☆ خط جنوری ۱۹۴۱ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۵۲۔
مزید دیکھیے۔
☆ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص ۵۰ تا ۵۳۔
☆ احمد ندیم قاسمی، مضمون ''منٹو کی چند یادیں اور چند خطوط''، مشمولہ، نقوش (منٹو نمبر)، مرتبہ، محمد طفیل، ص ۳۹۷، ۳۹۸۔

۲۸ اس امر کا جائزہ لینے کے لیے منٹو کے خطوط تاریخی ترتیب سے دیکھنے چاہییں۔ یہاں تحقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے چند خطوط کی طرف اشارے کیے جاتے ہیں: مثلاً دیکھیے۔
☆ قاسمی کے نام پہلا خط جنوری ۱۹۳۷ء، دوسرا خط فروری ۱۹۳۷ء، تیسرا خط فروری ۱۹۳۷ء، پانچواں خط مئی ۱۹۳۷ء،

۵۷واں خط ستمبر ۱۹۴۰ء، ۸۰واں خط اپریل ۱۹۴۲ء، ۸۱واں خط جولائی ۱۹۴۲ء، ۸۶واں خط ستمبر ۱۹۴۳ء، (مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، صفحات بالترتیب ۲۸ تا ۳۳، ۳۶، ۳۷، ۱۳۳تا۱۳۹، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۷)۔

۲۹ نذیر صاحب ہفتہ وار فلمی رسالے، ''مصور'' بمبئی جس کا منٹو چار برس تک ایڈیٹر رہا، کے مالک تھے اور آغا خلش، منٹو کے شاعر دوست تھے جو'' مصور'' سے وابستہ تھے۔ دیکھیے خطوط جنوری ۱۹۳۹ء، دسمبر ۱۹۳۸ء، ستمبر ۱۹۴۳ء، ص ۶۸، ۵۸، ۱۱۷، ۱۳۴۔

۳۰ مندرجہ ذیل اقتباسات کے لیے دیکھیے۔

☆ خطوط جنوری ۱۹۳۹ء، جنوری ۱۹۴۰ء، اپریل ۱۹۴۰ء، ستمبر ۱۹۴۰ء، ۲۳ ستمبر ۱۹۴۰ء، فروری ۱۹۴۲ء، اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ احمد ندیم قاسمی، ص ۸۰، ۱۶۳، ۱۳۴، ۹۸، ۱۱۰، ۱۴۰، ۱۷۲، ۶۸۔

۳۱ مثلاً دیکھیے: خط جنوری ۱۹۳۷ء، یکم اگست ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۲۹، ۱۲۰، ۱۲۲۔

۳۲ خط ستمبر ۱۹۳۸ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ احمد ندیم قاسمی، ص ۵۲۔

۳۳ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۵۳۔

۳۴ خط مئی ۱۹۴۰ء، فروری ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۱۵، ۳۰۔

۳۵ خط اپریل ۱۹۴۲ء، جولائی ۱۹۴۲ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۶۶، ۱۶۵۔

۳۶ خط ۲۳ ستمبر ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۳۴، ۱۳۶۔

۳۷ خط فروری ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۲۔

۳۸ خط فروری ۱۹۳۹ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۷۰۔

۳۹ خط اگست ۱۹۴۰ء، جون ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۲۵، ۴۴۔

۴۰ خط مئی ۱۹۴۱ء، جون ۱۹۴۰ء، مارچ ۱۹۳۹ء، نومبر ۱۹۳۸ء، فروری ۱۹۳۹ء، اگست ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۰۶، ۱۵۴، ۱۱۶، ۷۲، ۵۴، ۷۰، ۱۲۵۔

۴۱ خط فروری ۱۹۳۹ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۷۰۔

۴۲ خط مئی ۱۹۳۸ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۴۲۔

۴۳ خط جنوری ۱۹۳۹ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۶۷۔

۴۴ خط اکتوبر ۱۹۴۱ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۶۱۔

۴۵ خط مارچ ۱۹۳۹ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۲۷۔

۴۶ خط فروری ۱۹۳۷ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۲۔

۴۷ خط اپریل ۱۹۴۱ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۵۳۔

۴۸ خط اگست ۱۹۴۰ء، مشمولہ، منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۲۱۔

۴۹ خط جنوری ۱۹۳۹ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۶۷۔
۵۰ خط مئی ۱۹۳۸ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۴۵۔
۵۱ خط جنوری ۱۹۳۹ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۶۷۔
۵۲ خط فروری ۱۹۳۹ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۷۰۔
۵۳ منٹو کے خط ندیم، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۲۵۔
۵۴ آتش پارے، اُردو بک سٹال، لاہور، ۱۹۳۶ء؛ منٹو کے افسانے، ساقی بک ڈپو، دہلی، ۱۹۴۰ء؛ دھواں، ساقی بک ڈپو، دہلی، ۱۹۴۰ء؛ لذتِ سنگ، نیا ادارہ، لاہور، ۱۹۴۷ء۔
۵۵ خط مئی ۱۹۴۳ء، ص ۱۷۵۔
۵۶ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''منٹو خطوط کے آئینے میں''، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۱۔
۵۷ ایضاً، ص ۱۶، ۱۴، ۱۵۔
۵۸ اشرف، ڈاکٹر اے بی، مسائل ادب: تنقید و تجزیہ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۴۱۵ تا ۴۲۹۔
منٹو کے متعدد افسانوں کا تجزیہ بھی اس کا ثبوت ہے مثلاً: نیا قانون، نعرہ، ہتک، بابو گوپی ناتھ، کالی شلوار، کھول دو وغیرہ۔
۵۹ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''منٹو خطوط کے آئینے میں''، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۷۔
۶۰ خط ۱۰ رمئی ۱۹۳۷ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ احمد ندیم قاسمی، ص ۴۰۔
۶۱ خط اپریل ۱۹۳۷ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۴۔
۶۲ خط ۲۳ رستمبر ۱۹۴۰ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۳۶۔
۶۳ خط فروری ۱۹۳۷ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۳۲۔
۶۴ خط مئی ۱۹۴۳ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۱۷۵۔
۶۵ خط جنوری ۱۹۳۹ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۶۷۔
۶۶ خط مئی ۱۹۳۷ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۴۲۔
۶۷ خط نومبر ۱۹۳۸ء، مشمولہ منٹو کے خطوط ندیم کے نام، مرتبہ، احمد ندیم قاسمی، ص ۵۴۔
۶۸ ان شخصیات کے نام اس مجموعے کے مختلف خطوط میں بکھرے ہوئے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں بلکہ بعض کا تعارف بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھیے صفحات ۲۶، ۳۶، ۵۸، ۶۸، ۷۷، ۸۵، ۸۴، ۸۹، ۱۴۹، ۱۶۳، ۱۷۹، ۱۸۸ وغیرہ۔
۶۹ ان رسائل کا تذکرہ اس مجموعے کے مختلف خطوط میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جن میں بعض کا تعارف بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھیے صفحات ۲۶، ۲۹، ۴۱، ۱۲۰، ۵۹، ۸۵، ۷۱، ۵۱، ۱۱۸، ۱۸۳، ۱۴۸، ۱۷۷، ۱۹۰، ۱۶۳ وغیرہ۔
۷۰ ان کا تذکرہ مختلف خطوط میں دیکھا جاسکتا ہے مثلاً دیکھیے: صفحات ص ۳۴، ۴۴، ۴۲، ۷۱، ۳۰، ۱۳۱، ۱۴۰، ۸۵ وغیرہ۔

۷۱۔ منٹو سے متعلق کافی تجزیہ کیا جاچکا ہے ظاہر ہے یہ اشارات تمام خطوط میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے تمام خطوط دیکھنے چاہییں۔ تحقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے دیکھیے مختلف صفحات مثلاً ۲۶، ۲۸، ۳۰، ۴۰، ۴۵، ۴۶، ۴۹، ۵۰، ۵۴، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۱۰۶، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۳۴تا۱۳۹، ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۸۹اور جابجا۔

مزید دیکھیے۔

☆ انوار احمد، ڈاکٹر، ''اردو افسانہ تحقیق وتنقید''، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۸۸ء، ص۲۰۵تا۲۱۲؛

☆ علی ثنا بخاری، ڈاکٹر، ''سعادت حسن منٹو (تحقیق)''، اقبال انور پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۶ء، متعلقہ صفحات۔

۷۲۔ یہ اشارات خطوط میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ مثلاً دیکھیے صفحات:۔ ۲۸، ۳۱، ۳۶، ۴۶، ۴۷، ۵۴، ۵۹، ۸۳، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۵۴، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۳، ۱۸۷ وغیرہ۔

ندیم کے متعلق جاننے کے لیے مزید دیکھیے۔

☆ احمد ندیم قاسمی، میرا نظریۂ فن (دیباچہ جلال و جمال)؛ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر؛ محمد طفیل (مرتبہ) ندیم نامہ؛ افکار ندیم نمبر؛ ادبیات ندیم نمبر؛ انوار احمد، ڈاکٹر، ''اردو افسانہ تحقیق وتنقید''۔

۷۳۔ مندرجہ بالا تمام تر تنقیدی اشارات اور مباحث کی تصدیق کے لیے دیکھیے۔

خط جنوری ۱۹۳۷ء، فروری ۱۹۳۷ء، اپریل ۱۹۳۷ء، مئی ۱۹۳۷ء، جون ۱۹۳۸ء، نومبر ۱۹۳۸ء، دسمبر ۱۹۳۸ء، جنوری ۱۹۳۹ء، اکتوبر ۱۹۳۹ء، نومبر ۱۹۳۹ء، جنوری ۱۹۴۰ء، اپریل ۱۹۴۰ء، اگست ۱۹۴۰ء، مئی ۱۹۴۳ء؛ صفحات: ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۴، ۳۶، ۴۲، ۴۷، ۵۶، ۹۸، ۵۸، ۵۹، ۶۴، ۸۸، ۹۷، ۶۷، ۶۸، ۸۷، ۱۱۱، ۱۲۳، ۱۷۵۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ احمد، انوار، (۱۹۸۸ء)، ''اردو افسانہ تحقیق وتنقید''، بیکن بکس، ملتان۔

۲۔ اشرف، بی، اے، (۱۹۹۵ء)، ''مسائل ادب، تنقید و تجزیہ''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۳۔ بخاری، علی ثنا، (۲۰۰۶ء)، ''سعادت حسن منٹو تحقیق''، اقبال انور پرنٹرز، لاہور۔

۴۔ خورشید الاسلام، (۱۹۶۴ء)، ''خطوط نگاری''، مشمولہ: تنقیدیں، انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ۔

۵۔ قاسمی، احمد ندیم، (۱۹۹۱ء)، ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام''، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، لاہور۔

۶۔ قاسمی، احمد ندیم، (۲۰۰۲ء)، ''میرے ہم سفر'' (سوانحی خاکے)، اساطیر، لاہور۔

۷۔ ہاشمی، رفیع الدین، (۱۹۹۱ء)، ''اصناف ادب''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔